طلاق اور عدت کے مسائل
قرآن مجید کی روشنی میں

مولانا محمد شہاب الدین ندوی جنرل سکریٹری فرقانیہ اکیڈمی ٹرسٹ بنگلور۔

(۴)

۱۶۔ عورتوں کو اپنی پسند کے مطابق نکاح کا حق ہے۔

آخری آیت (۲۳۲) میں کہا جا رہا ہے کہ طلاق دے چکنے کے بعد مطلقہ عورتوں کی عدت پوری ہو جائے اور پھر وہ اپنی پسند کے مطابق کسی نئے شخص سے یا سابقہ شوہر ہی سے دوبارہ نکاح کرنا چاہیں تو پھر ان کو مت روکو، جب کہ وہ معروف طریقے سے باہم رضامند ہوں۔ اسی میں تمہارے لئے بہتری ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس صورت میں اُن کے لئے بہتری اور اچھا انجام مقدر کر رکھا ہو۔

چنانچہ حدیث کی متعدد کتابوں میں ایک صحابی معقل بن یسار کی بہن کا یہ واقعہ مذکور ہے کہ انہوں نے اپنی بہن کا نکاح اپنے چچا زاد بھائی سے کر دیا تھا۔ مگر چند دنوں کے بعد اس نے اپنی بیوی کو طلاق دے کر چھوڑ دیا یہاں تک کہ اس عورت کی عدت گزر گئی۔ پھر دوبارہ اس نے نکاح کا پیغام بھیجا تو

معقل بن یسار کو اس سے بڑی غیرت آئی اور کہا کہ اس نے میری بہن کو چھوڑ دیا حالانکہ وہ اس پر قابض تھا اور اب دوبارہ پیغام بھیج رہا ہے، تو انھوں نے اس کا پیغام رد کر دیا۔ (مگر چونکہ وہ عورت بھی اسی شخص سے دوبارہ نکاح کرنے پر راضی تھی) اس لئے یہ آیت نازل ہوئی۔ لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معقل کو بلا کر انہیں یہ آیت سنائی تو اس کی غیرت دور ہوئی اور انہوں نے اللہ کے حکم کی پیروی کی۔ ؂۳۴

اس حکم سے یہ مسئلہ نکلتا ہے کہ (بالغ اور خاص کر شوہر دیدہ) عورت اپنی پسند کے مطابق نکاح کر سکتی ہے۔ اور عورت کے ولی (سرپرست) کو جائز نہیں ہے کہ اس کا نکاح اس کی مرضی کے بغیر زبردستی کسی سے کر دے۔

اور احناف نے اس سے استدلال کیا ہے کہ بالغ عورت اپنا نکاح اپنے ولی کی اجازت کے بغیر خود کر سکتی ہے۔ کیونکہ اس آیت میں نکاح کرنے کی نسبت عورتوں کی طرف کی گئی ہے (۔۔۔ اور وہ اپنی عدت پوری کر لیں تو پھر ان کے درمیان رکاوٹ نہ ڈالو کہ وہ اپنے (زیر تجویز) شوہروں سے نکاح کریں۔ جیسا کہ یہ بات سابقہ آیات میں بھی مذکور ہے اور ان مقامات میں ولی کا تذکرہ موجود نہیں ہے۔ ؂۳۵

(۳) لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ مَا لَمْ تَمَسُّوهُنَّ أَوْ تَفْرِضُوا لَهُنَّ فَرِيضَةً ۚ وَمَتِّعُوهُنَّ عَلَى الْمُوسِعِ قَدَرُهُ وَعَلَى الْمُقْتِرِ

؂۳۴ بخاری ۶/۱۸۴، مطبوعہ استانبول، ابوداود ۲/۵۶۹-۵۷۰، نیز ترمذی، نسائی، ابن ماجہ،

؂۳۵:- دیکھئے تفسیر قرطبی ۳/۱۵۹ اور تفسیر کبیر ۶/۱۱۳-۱۱۴

قَدَرُهٗ ۚ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ (۲۳۶) وَاِنْ
طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً
فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اِلَّآ اَنْ يَّعْفُوْنَ اَوْ يَعْفُوَا الَّذِيْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ
النِّكَاحِ ۚ وَاَنْ تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۚ وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ
اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ (۲۳۷) وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ
حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ (۲۴۱) كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ
تَعْقِلُوْنَ (۲۴۲) (سورۃ بقرہ)

ترجمہ:- تم پر کوئی گناہ نہیں ہے کہ تم عورتوں کو ہاتھ لگانے (یعنی جماع کرنے) اور مہر مقرر کرنے سے پہلے ہی طلاق دے دو۔ (ایسی صورت میں) ان کو کچھ تحفہ دو۔ امیر اپنی حیثیت کے مطابق اور غریب اپنی حیثیت کے مطابق معروف طریقے سے دے۔ نیک لوگوں کو ایسا ضرور کرنا چاہیئے (۲۳۶) اور اگر ہاتھ لگانے سے پہلے ان کو طلاق دیدو جب ان کا مہر مقرر ہو چکا ہے تو اس صورت میں مقررہ مہر کا آدھا حصہ دینا ہوگا (اور تحفہ لازم نہیں ہوگا۔) مگر یہ کہ عورتیں خود ہی (اپنا مہر) معاف کر دیں یا وہ شخص معاف کر دے جسے نکاح باندھنے کا اختیار ہے۔ اور معاف کرنا پرہیزگاری سے زیادہ قریب ہے۔ (لہٰذا) باہم ایک دوسرے پر احسان کرنے سے مت چوکو (مثلاً عورت آدھا مہر بھی چھوڑ دے یا مرد پورا مہر دیدے) بے شک اللہ تمہارے کاموں کو دیکھ رہا ہے۔ (۲۳۷) اور طلاق والیوں کو رواج کے مطابق تحفہ ملے گا۔ یہ لازم ہے پرہیزگاروں پر (۲۴۱) اسی طرح اللہ اپنے احکام تمہارے لئے بیان کرتا ہے، تاکہ تم (ان باتوں کو اچھی طرح) سمجھ لو۔ (۲۴۲)

⁂ ⁂ ⁂ ⁂

شرعی احکام و مسائل

۱۷۔ مہر اور طلاق کا ایک ضابطہ

اسلامی شریعت کے مطابق جس طرح پہلے سے مہر مقرر کر کے نکاح کرنا صحیح ہے اسی طرح بغیر مہر مقرر کئے نکاح کرنا بھی درست ہے۔ اور جس طرح نکاح کرنے اور عورت سے مباشرت کر چکنے کے بعد طلاق دینا صحیح ہے۔ اسی طرح مباشرت کرنے سے پہلے بھی طلاق دینا صحیح ہے۔ اوپر مذکور پہلی دو آیتوں سے یہی دو اہم مسئلے ذہن نشین کرانا مقصود ہے۔

۱۸۔ بلا وجہ طلاق دینا سخت ناپسندیدہ ہے۔

"تم پر کوئی گناہ نہیں ہے کہ تم عورتوں کو ہاتھ لگانے اور مہر مقرر کرنے سے پہلے ہی طلاق دیدو" اس قسم کی آیات سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس طرح طلاق دینا بالکل جائز ہے اور اس طرح طلاق دینے والے پر کسی بھی قسم کا گناہ نہیں ہوگا۔ تو یہاں پہ یہ بات خوب اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے کہ قرآن مجید کو اس موقع پر طلاق کے اسباب و عوامل سے کوئی بحث نہیں ہے۔ بلکہ اس کے اسباب و وجوہات جو بھی ہوں وہ ان سے تعرض کئے بغیر صرف ان مسئلوں میں جواز ثابت کرنا ہے۔ مطلب یہ کہ معاشرتی اعتبار سے ایسے واقعات پیش آسکتے ہیں جس کی بنا پر ایک شخص کسی خاص سبب اور خاص وجہ کی بنا پر نکاح کرنے کے فوراً بعد طلاق دینے پر مجبور ہو سکتا ہے۔ لہٰذا اسلامی شریعت میں اس کی وضاحت ضروری تھی کہ جب ایسی صورتِ حال پیش آجائے تو کیا کوئی طلاق دے سکتا ہے یا نہیں؟ تو اس کے جواز کو ثابت کرنے کی غرض سے

ان آیات میں اس کا بیان کیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ کوئی شخص نکاح کرنے کے فوراً بعد طلاق دینے کی حماقت تو نہیں کرے گا بلکہ اس قسم کا اقدام کسی غیر معمولی سبب کی نشاندہی کرنے والا ہوتا ہے۔ مگر قرآن اس قسم کے اسباب کی نشاندہی کئے بغیر محض صورت واقعہ کو تسلیم کرکے ایک مسئلہ کا حکم بتا رہا ہے۔

اب رہا یہ مسئلہ کہ بلا وجہ طلاق دی جاسکتی ہے یا نہیں ؟ تو اس کی وضاحت حدیثوں میں کی گئی ہے کہ نکاح کے بندھن کو بغیر کسی سبب کے توڑنا اللہ کے نزدیک سخت ناپسندیدہ بات ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا اَحَلَّ اللّٰہُ شَیْئًا اَبْغَضَ اِلَیْہِ مِنَ الطَّلَاقِ :-

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے جن چیزوں کو حلال قرار دیا ہے ان میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ چیز اس کے نزدیک طلاق ہے۔ ۳۹

نکاح کا اصل مقصد گناہ سے بچنے اور پاکدامنی کی زندگی گزارنے کی غرض سے عورت کو ہمیشہ کے لئے اپنا رفیق زندگی بنانے کا ارادہ کرنا ہے تاکہ اس کے ذریعہ دین و دنیا کی بھلائیاں اور رضائے الٰہی حاصل ہو۔ یہ نہیں کہ محض چند دنوں کے لئے عورت سے لطف اٹھانے کی غرض سے نکاح کیا جائے پھر اُسے طلاق دے کر چلتا کر دیا جائے۔ ایسا کرنا سخت گناہ اور معاشرتی فساد کا باعث ہے، اور اس قسم کے فعل کی قرآن اور حدیث دونوں میں سخت مذمت کی گئی ہے۔ مثلاً سورۂ نساء میں فرمایا گیا ہے،

اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِکُمْ مُّحْصِنِیْنَ غَیْرَ مُسٰفِحِیْنَ ہ تمہارا مقصود

---

۳۹ :- سنن ابو داؤد ۲/۶۳۱ مطبوعہ حمص، سنن دارقطنی ۴/۳۵ مطبوعہ مصر

ان کو نکاح میں لاکر عفت قائم رکھنے والے بننا ہو، نہ کہ شہوت رانی کرنے والے
بننا۔ (نساء: ۲۴)
اور حدیث شریف میں مذکور ہے:۔ لَعَنَ اللّٰہُ الذَّوَّاقِیْنَ وَالذَّوَّاقَاتِ
اللہ لعنت کرے جنسی چسکہ اٹھاتے رہنے والے مردوں اور ایسی ہی عورتوں پر۔

۱۔ مطلقہ عورتوں کی چار قسمیں

غرض عام طور پر لوگوں کے ذہنوں میں یہی مسئلہ رہتا ہے کہ کسی عورت سے مہر مقرر کئے بغیر یا "مہر مثل" ادا کئے بغیر نکاح نہیں ہو سکتا۔ اس لئے ان آیات میں اس مسئلے کی شرعی حیثیت واضح کی گئی ہے۔ چونکہ ان آیات کی رو سے ثابت ہوتا ہے کہ کسی عورت سے مہر مقرر کرنے سے پہلے بھی نکاح ہو سکتا ہے اور مہر مقرر کرنے کے بعد بھی۔ اسی طرح یہ بھی ثابت ہوتا ہے کسی عورت کو ہاتھ لگانے (صحبت کرنے) سے پہلے بھی طلاق دی جا سکتی ہے اور ہاتھ لگنے کے بعد بھی۔ اس طرح مجموعی اعتبار سے مطلقہ عورتوں کی حسب ذیل چار قسمیں قرار پائی ہیں۔

۱۔ وہ مطلقہ جس کا مہر مقرر نہ ہو اور اُسے ہاتھ بھی نہ لگایا گیا ہو۔
۲۔ وہ مطلقہ جس کا مہر تو مقرر ہو مگر اُسے ہاتھ نہ لگایا گیا ہو۔
۳۔ وہ مطلقہ جس کا مہر بھی مقرر ہو اور اسے ہاتھ بھی لگایا جا چکا ہو۔
۴۔ وہ مطلقہ جس کا مہر مقرر نہ ہو اور اسے ہاتھ لگایا جا چکا ہو۔ [۱۵]
چنانچہ آیت ۲۳۶ میں پہلی قسم کی مطلقہ کا اور آیت ۲۳۷ میں دوسری

۱۵۔ تفسیر کبیر ۶/۱۳۵، تفسیر قرطبی ۳/۱۹۷

قسم کی مطلقہ کا بیان موجود ہے کہ ان دونوں صورتوں میں شرعی حکم کیا ہے؛ تو اوپر مذکور چار آیتوں میں سے پہلی دو آیتوں میں پہلی اور دوسری قسم کی مطلقہ عورتوں کا مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ پہلی قسم کی مطلقہ کو مہر نہیں ملے گا بلکہ اس کے عوض میں کچھ تحفہ ملے گا جسے شریعت کی اصطلاح میں "متاع" یا "متعہ" (طلاق کا تحفہ) کہا جاتا ہے۔ اور دوسری قسم کی مطلقہ کو نصف مہر ملے گا۔

۲۰۔ مطلقہ کو تحفہ طلاق کب ملے گا؟

غرض پہلی آیت (۲۳۶) کی رُو سے ثابت ہوتا ہے کہ بغیر مہر مقرر کیے کسی عورت سے نکاح کرنا اور (کسی وجہ سے) اسے ہاتھ لگانے سے پہلے ہی طلاق دے دینا جائز ہے۔ مگر اس صورت عورت کو "متاع" (تحفہ طلاق) دینا پڑے گا۔ یعنی اس کی دلداری کی خاطر بطور تحفہ کچھ دینا واجب ہے۔ کیونکہ ایسی عورت کو مہر نہیں ملتا۔ جیساکہ فرمان الٰہی ہے۔

اسلامی شریعت میں "تحفہ طلاق" کی کوئی متعین مقدار نہیں ہے بلکہ مختلف فقہا کے نزدیک اس کا معیار مختلف ہے اور اس کا سب سے کمتر درجہ تین کپڑے ہیں۔ اور اس کا سب سے اعلیٰ درجہ دورِ قدیم کے معیار کے مطابق ایک خادم فراہم کرنا قرار دیا گیا تھا۔ مگر بہتر ہے کہ مرد اپنی حیثیت کے مطابق ایک صورت میں زیادہ سے زیادہ سخاوت کر کے عورت کی وحشت کو دور کرنے کی کوشش کرے، جیساکہ قرآن کی اس تصریح کا تقاضا ہے، "امیر اپنی حیثیت کے مطابق اور غریب اپنی حیثیت کے مطابق معروف طریقے سے دے" لہٰذا اگر کوئی ہزاروں روپے بھی دیدے تو وہ جائز ہے۔ مگر اس سلسلے میں کوئی قانون یا ضابطہ نہیں بنایا جا سکتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو مرد کی حیثیت

پر محمول کیا ہے۔ اور مرد امیر بھی ہو سکتا ہے اور غریب بھی۔ لہٰذا ایسی صورت میں ہر شخص اپنی حیثیت کے مطابق دے اور مطلقہ کا دل نہ دکھائے۔

اس اعتبار سے یہ بھی اسلام کی حسن معاشرت اور اس کی بے نظیر اخلاقی تعلیم کی ایک جھلک ہے کہ وہ کسی بھی صورت میں عورت کی دل شکنی گوارا نہیں کرتا۔ بلکہ ہر معاملے میں اس کے ساتھ نیکی، مروت اور حسن سلوک کی تلقین کرتا ہے۔

۲۱۔ عورت کو نصف مہر کب ملے گا؟

دوسری آیت (۲۳۷) میں اس مسئلے پر روشنی ڈالی گئی ہے کہ مہر مقرر ہو چکنے کے بعد اگر کسی عورت کو ہاتھ لگانے سے پہلے ہی طلاق دینے کی نوبت آگئی تو اس صورت میں کیا کرنا چاہیئے؟ تو قرآن فتویٰ دے رہا ہے کہ اس صورت میں مقررہ مہر کا نصف حصہ دینا پڑے گا۔ مثلاً اگر کسی نے دو ہزار روپے مہر مقرر کئے تھے تو اس صورت میں ایک ہزار روپے دینے پڑیں گے۔ اگر دس ہزار مقرر کئے تھے تو پانچ ہزار دینے ہوں گے۔ چونکہ مہر عورت کا ایک شرعی حق ہے اس لئے وہ سوائے پہلی صورت کے بقیہ تینوں صورتوں میں واجب رہتا ہے۔

۲۲۔ عورت کو پورا مہر کب ملے گا؟

مذکورہ بالا چار شکلوں میں سے تیسری شکل کے مطابق یعنی مہر مقرر ہو چکنے اور مباشرت ہو جانے کے بعد اگر کسی نے طلاق دی ہے تو اس صورت میں پورا مہر دینا پڑے گا، جیسا کہ قرآن مجید میں ایک دوسری جگہ اس کی صراحت

کی گئی ہے۔

فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةً

جن عورتوں سے تم نے لطیف صحبت اٹھایا ہے، ان کے بندھے ہوئے مہر انہیں دے دو۔ (نساء: ۲۴)

اور چوتھی صورت میں جب کہ مہر تو مقرر نہیں تھا مگر صحبت ہو چکی تھی، ایسی حالت میں اگر کسی نے اپنی منکوحہ کو طلاق دیدی ہو تو اس وقت "مہر مثل" لازم آئے گا۔ اور مہر مثل اس مہر کو کہتے ہیں جو عورت کے قبیلے یا خاندان میں رائج ہو۔ اور خاص کر عورت کی بہنوں اور اس کی پھوپیوں کا جو مہر ہو۔

۲۳۔ مطلقہ عورتوں کو کچھ تحفہ دینا چاہیئے۔

آیت [۲۴۱] اس مسئلے پر روشنی ڈال رہی ہے کہ مطلقہ عورتوں کو رخصتی کے وقت مہر کے علاوہ بھی بطور تحفہ کچھ نہ کچھ دینا چاہیئے۔ اور اکثر علما اور مفسرین کے نزدیک یہ حکم بطور استحباب ہے (یعنی ایک اخلاقی فریضہ ہے) جب وجوب صرف ایک ہی قسم کی مطلقہ کے لئے ثابت ہوتا ہے، جس کا بیان اوپر آیت ۲۳۶ میں ہو چکا ہے۔ [۱۵]

---

[۱۵]۔ یہی وہ آیت کریمہ ہے جسے بنیاد بنا کر سپریم کورٹ نے ۱۹۸۵ء میں (شاہ بانو کیس کے سلسلے میں) ایک غلط فیصلہ دیا تھا۔ اور اس موضوع پر تفصیلی بحث کے لئے راقم سطور کی حسب ذیل دو کتابیں دیکھنی چاہییں۔

۱۔ سپریم کورٹ کا فیصلہ، حقائق و واقعات کی روشنی میں (اردو اور انگریزی میں)

۲۔ شریعت اسلامیہ کی جنگ، نفقہ مطلقہ کی روشنی میں۔

حاصل یہ کہ پہلی قسم کی مطلقہ کے لئے چونکہ مہر نہیں ہے اس کے لئے تحفہ (متاع)
واجب ہے، جب کہ بقیہ تین قسم کی مطلقہ عورتوں کے لئے مہر واجب ہے (کسی
کو آدھا، کسی کو پورا اور کسی کو مہر مثل) لہٰذا ان کے لئے تحفہ واجب نہیں بلکہ مستحب
ہے۔ اس بنا پر ہر شخص کو اس سلسلے میں خوش دلی اور حسن اخلاق کا مظاہرہ
کرنا چاہیے۔ کیونکہ وہ ایک ایسے "ساتھی" کو رخصت کر رہا ہے جس سے وہ
لطف اندوز ہو چکا ہے۔

چونکہ طلاق کا معاملہ انتہائی کشیدگی کے ماحول میں ہوتا ہے، اس لئے
ایسے نازک موقعوں پر عورتوں سے کسی بھی قسم کا تعرض کئے بغیر (خواہ طلاق
کا سبب عورت ہی کیوں نہ ہو) مردوں کو تاکید کی جا رہی ہے کہ وہ عورتوں
کے ساتھ نرمی اور خوش اخلاقی کا مظاہرہ کرتے ہوئے رخصتی کے وقت انہیں اعزاز
واکرام کے ساتھ روانہ کریں اور ایک دوسرے کے ساتھ معافی و درگزر کا
رویہ اپنائیں۔ جیسا کہ یہ تاکید خاص کر آیت ۲۳۷ میں نظر آتی ہے، جس میں
مرد اور عورت دونوں کو فراخدلی کا اظہار کرنے پر ابھارا گیا تھا۔

(۳) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرْهًا ۖ
وَلَا تَعْضُلُوهُنَّ لِتَذْهَبُوا بِبَعْضِ مَا آتَيْتُمُوهُنَّ إِلَّا أَنْ يَأْتِينَ
بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ ۚ وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۚ فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ
فَعَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا (۱۹) وَإِنْ
أَرَدْتُمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَكَانَ زَوْجٍ وَآتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ
قِنْطَارًا فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا ۚ أَتَأْخُذُونَهُ بُهْتَانًا وَإِثْمًا
مُبِينًا (۲۰) وَكَيْفَ تَأْخُذُونَهُ وَقَدْ أَفْضَىٰ بَعْضُكُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ
وَأَخَذْنَ مِنْكُمْ مِيثَاقًا غَلِيظًا (۲۱) (سورۂ نساء)

ترجمہ:۔ اے ایمان والو! تمہارے یہ بات حلال نہیں ہے کہ تم زبردستی عورتوں کے مالک بن جاؤ اور انھیں دبا رکھو مال ان سے واپس لینے کی غرض سے انہیں روکے رکھو، ہاں اگر وہ کھلم کھلا کسی بدچلنی کا ارتکاب کر بیٹھیں۔ عورتوں کے ساتھ خوبی کے ساتھ زندگی بسر کرو۔ اگر وہ تمہیں ناپسند ہوں تو ممکن ہے کہ تمہیں (ان کی) کوئی ایک چیز پسند نہ آئے مگر (مجموعی طور سے) اللہ نے بہت کچھ بھلائی چھوڑ رکھی ہے (۱۹) اور اگر تم ایک عورت کی جگہ دوسری کو بدلنا چاہو اور صورت یہ ہو کہ تم ان میں کسی ایک کو ایک انبار کا انبار مال دے چکے ہو۔ تو اس میں سے کچھ بھی واپس نہ لو۔ کیا تم بہتان لگا کر اور صریح گناہ کے مرتکب بن کر اسے واپس لوگے؟ (۲۰) تم اسے کس طرح واپس لے سکتے ہو، جب کہ تم باہم ایک دوسرے سے لطف اندوز ہو چکے ہو اور وہ عورتیں تم سے پختہ عہد لے چکی ہیں؟ (۲۱)

شرعی احکام و مسائل

۴۲۔ زبردستی عورتوں کا مالک بن جانا جائز نہیں۔

پہلی آیت میں تین قسم کے احکام دئے گئے ہیں۔ اور ان میں سے پہلا حکم ایک خاص قسم کے سماجی ظلم اور عورتوں کے ساتھ ناانصافی کو روکنا ہے چنانچہ زمانۂ جاہلیت میں رواج تھا کہ جب کوئی شخص مرجاتا تو اس کا کوئی قریبی عزیز یا رشتہ دار آتا اور متوفی (مرے ہوئے شخص) کی بیوی یا اس کی لڑکی پر اپنا کپڑا ڈال دیتا۔ اور اس فعل سے اس دور کے سماجی رواج کے مطابق اس کا حق ثابت ہوجاتا۔ اور اسے اختیار حاصل رہتا کہ وہ چاہے

تو اس عورت یا لڑکی سے بغیر مہر کے نکاح کر لے، یا اس کا نکاح اپنی مرضی سے کسی اور سے کر دے، یا پھر اس کو شادی سے پہلے روکے رکھے، تا کہ اس نے جو کچھ ترکہ پایا ہے اُسے زبردستی ہتھیا سکے۔ [۴۲]

۲۵۔ عورتوں کا مال زبردستی ہتھیانا جائز نہیں۔

عورت کے ساتھ سماجی ظلم کی ایک صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ کسی کے عقد میں کوئی بوڑھی عورت ہو، یا ایسی عورت جو اُسے ناپسند ہو اور وہ دوسری شادی کرنا چاہتا ہو، مگر پہلی بیوی کے مالدار ہونے کی وجہ سے اس کو چھوڑنا بھی گوارا نہ ہو۔ بلکہ وہ اسے محض اس وجہ سے روکے رکھنا چاہتا ہو کہ اس کے مر جانے کے بعد یا تو وہ اس کا وارث بنے یا اس سے کوئی موٹی رقم لیکر اس کو خلع دیدے۔ تو ایسا کرنا بھی جائز نہیں ہے۔ [۴۳]

۲۶۔ مہر اور تحفے واپس لینا ناجائز ہے۔

پہلی آیت (۱۹) سے دوسرا حکم یہ ثابت ہوتا ہے کہ کسی ناپسندیدہ عورت کو اس کے حقوق معطل کر کے اور اسے طلاق دئے بغیر محض اس بنا پر روکے رکھنا کہ مرد نے عورت کو جو تحفے تحائف دئے تھے وہ یا اُن میں کا کچھ حصہ واپس لینے کا خواہشمند ہو تو یہ فعل شریعت کی نظر میں سخت ناپسندیدہ اور ناجائز ہے۔ لیکن اگر عورت کی طرف سے کوئی کھلی ہوئی بے حیائی

---

[۴۲] ابوداؤد ۲/۲۷۵، تفسیر کبیر ۱۰/۱، تفسیر قرطبی ۵/۹۴، تفسیر روح المعانی ۴/۲۴۱۔
[۴۳] ماخوذ از تفسیر قرطبی و روح المعانی۔

ناشائستہ حرکت کا اظہار ہو رہا ہو جس کی وجہ سے اس عورت کو طلاق دینا ضروری ہو رہا ہو تو اس صورت میں اپنے دیئے ہوئے مہر کا واپس لینا جائز ہوگا۔ یعنی مہر واپس لے کر خلع کر لیا جائے۔ [۴۴]

اس موقع پر " فَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ " (کھلی ہوئی بے حیائی) کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ اور مفسرین نے اس کے کئی معنیٰ بیان کئے ہیں۔ (۱) اس سے مراد زناکاری ہے۔ (۲) اس سے مراد نافرمانی ہے۔ (۳) اس سے مراد بدگوئی و بداخلاقی اور شوہر کو تکلیف پہنچانا ہے[۴۵]۔ اور یہ سب معنی مراد ہو سکتے ہیں۔ یعنی عورت جب اس قسم کی کوئی حرکت کر بیٹھے تو پھر وہ رعایت کی مستحق نہیں رہتی۔

۲۷۔ کسی عورت میں کوئی خامی ہے تو کچھ خوبیاں بھی ہو سکتی ہیں۔

پہلی آیت سے تیسرا حکم یہ ثابت ہو رہا ہے اور مردوں کو عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کی تلقین کی جا رہی کہ اگر بالفرض عورت کی کوئی بات یا اس کا کوئی فعل مرد کے لئے ناگوار اور شاق گزر رہا ہو تو حُسنِ معاشرت کا تقاضا یہ ہے کہ مرد اسے جہاں تک ہو سکے برداشت کرے نہ کہ جھٹ خفا ہو کر طلاق داغ دے کیونکہ ایسا کرنا اگرچہ قانونی طور پر جائز تو ہے مگر اخلاقی اعتبار سے یہ ایک معیوب بات ہوگی۔ کیونکہ اس سے معاشرے میں ایک انتشار پیدا ہوتا ہے۔ لہٰذا مرد کو ہر حالت میں تحمل، بردباری اور دوراندیشی کا مظاہرہ

۴۴۔ ماخوذ از تفسیر مظہری ۲/۴۹-۵۰

۴۵۔ تفسیر قرطبی ۵/۹۵، تفسیر کبیر ۱۰/۱۱

کرنا چاہیئے۔ اور اسے یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ اگر کسی عورت میں کچھ خامیاں ہوں تو اس میں کچھ خوبیاں بھی ہوسکتی ہیں۔ اور اس اعتبار سے طلاق اور دوسری شادی مسئلہ کا حل نہیں ہے۔ کیونکہ ہوسکتا ہے کہ دوسری بیوی میں وہ خوبیاں موجود نہ ہوں جو پہلی بیوی میں موجود ہیں، اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس صبر و تحمل کے باعث اللہ تعالیٰ نے ایسے مرد کے لئے انجام کار بہت سی بھلائیاں رکھ چھوڑی ہوں، مثلاً صالح اولاد وغیرہ، لہٰذا عورت کے کسی فعل سے ناراض ہوکر جلد بازی میں کوئی اقدام کر بیٹھنا شریعت کی نظر میں سخت ناپسندیدہ بات ہے۔

اس طرح یہ آیت کریمہ مقصدِ نکاح پر بھی بخوبی روشنی ڈال رہی ہے کہ نکاح دراصل مرد اور عورت کے درمیان ہمیشگی اور دوامی صحبت کے طور پر ہونا چاہیئے اور اس راہ کی مشکلات کو صبر و استقامت کے ساتھ برداشت کرنا چاہیئے۔ اور اس اعتبار سے یہ اسلامی معاشرت کی ایک بے نظیر اخلاقی تعلیم اور اس کا ایک بیش قیمت اصول ہے۔

(جاری)